www.KitaboSunnat.com

مفتی جمیل اَحمد تھانوی☆

محافل قراءات ...... اعتراضات کا جائزہ

رُشد قراءات نمبر اوّل میں آداب تلاوتِ قرآن کے ضمن میں 'قرآن مجید کو قواعدِ موسیقی پر پڑھنے کی شرعی حیثیت' کے عنوان سے قاری فہد اللہ مراد کی تحریر شائع کی گئی تھی۔ بعدازاں قراءات نمبر دوم میں بعض دیگر عیوبِ تلاوت کے ذیل میں 'مروّجہ محافل قراءات ...... ناقدانہ جائزہ' کے نام سے مضمون پیش کیا گیا۔ اسی تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے شمارہ ہذا میں شیخ القراء قاری اَحمد میاں تھانوی ﷾ کے والدِ گرامی حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کا مضمون شائع ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے، جس میں حضرت مفتی صاحب نے مروّجہ 'محافل قراءات' میں افراط وتفریط دونوں انتہاؤں کے مابین معتدل رائے کی نشاندہی فرمائی ہے۔ [ادارہ]

ماضی قریب میں، جامعہ قاسمیہ کراچی کی مساعی جمیلہ سے حجاز، عراق، مصر، شام، انڈونیشیا وغیرہ کے قاری صاحبان کی تشریف آوری پر پاکستان کے کئی شہروں میں عالمی مجالس قراءت منعقد ہوچکی ہیں جن سے بہت سے لوگ براہ راست خوب محظوظ ہوئے۔

ہمارے بعض تعلیم یافتہ صاحبان کی طرف سے اس پر کچھ اعتراضات سننے میں آئے ہیں۔ اب تک جو اعتراضات سامنے آئے ہیں ان کو مع جوابات پیش کیا جاتا ہے ممکن ہے ہم سب کو غور وفکر کرنے کے بعد اَصل حقیقت تک رسائی میسر آجائے۔

اِعتراض نمبر۱

قرآن کریم کا مقصود معانی و اَحکام ہیں۔ بغیر معانی کے صرف اَلفاظ کو اور پھر الفاظ کی بھی ایک صفت یعنی عمدہ ادائیگی کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اس لیے مجلس قراءت کو یہ اہمیت دینا اِسلامی شان کا کام نہیں ہوسکتا۔

جواب: قرآن اَلفاظ اور معنی کے مجموعے کا نام ہے

یہ خیال کہ قرآن کریم کا مقصود معانی واحکام ہیں، صحیح نہیں۔ بلکہ قرآن مجید الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآناً عربیاً [سورۃ یوسف:۲] ''عربی قرآن'' فرمایا ہے۔ یعنی عربی عبارت کے الفاظ بھی قرآن ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے فرائض کے بارے میں اِرشاد ہے: ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ ءَايٰتِه ﴾ اور ﴿ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ ﴾ [آل عمران:۱۶۴] ''لوگوں پر قرآن مجید کی آیتوں کو بھی تلاوت فرماتے ہیں'' اور ''ان کو کتاب کی تعلیم بھی دیتے ہیں'' تلاوت الفاظ بھی حضور ﷺ کا ایک فریضہ ہے اور تعلیم اَحکام بھی۔ ہر ہر حرف کے پڑھنے اور سننے پر دس دس نیکیاں ملنا بلا معانی سمجھے بھی حدیث میں وارد ہے۔

☆ سابق صدر دار الافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور، والدِ گرامی استاذ القراء قاری احمد میاں تھانوی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلفاظِ قرآن بھی مقصود ہیں

لہٰذا قرآن مجید کا تو لفظ لفظ اور حرف حرف بھی مقصود ہی ہے جیسے معانی و اَحکام کی حفاظت اور ان پر عمل کرنا فرض ہے ایسے ہی لفظ لفظ، حرف حرف بلکہ حرکت حرکت تک کی حفاظت اور اس کی تلاوت فرض ہے۔ اور پھر ہر ہر حرف عربی ہے عربی طریقہ سے اس کے مخرج (حرف کے نکلنے کی جگہ) سے اس کی صفتوں (حرف کی اَدائیگی کی کیفیت) کے ساتھ اَدا کرنا بھی فرض ہے۔ ورنہ پھر یہ حرف وہ حرف ہی نہ رہے گا دوسرا بن جائے گا (اس لیے کہ صفت یا مخرج کے بدلنے کی وجہ سے حرف حرف سے بدل جاتا ہے) اور اس کو خدائی کلام کہنا خدا تعالیٰ پر نعوذ باللہ تہمت باندھنے کے مترادف ہو جائے گا اور اس سے معانی ومفہوم میں خلل واقع ہو کر بعض دفعہ احکام میں تغیر وتبدل اور تحریف تک نوبت پہنچ جائے گی۔

مثلاً 'قال' 'کہا یا فرمایا' کی جگہ 'کال' 'ناپ کردیا' پڑھنے سے لفظ ومفہوم دونوں میں بڑی زبردست تبدیلی ہوگئی ہے۔ اَب اگر اس کو قرآن مجید کا لفظ اور اس کے معنی کو قرآن مجید کا مفہوم کہا جائے تو سوچئے کہ یہ خدا تعالیٰ پر تہمت اور اس کے کلام بے مثال کی تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟

قرآن کے اَلفاظ وحرکات کی صحیح اَدائیگی فرض ہے

بلکہ حرکت کے بدل جانے سے بھی سخت تبدیلی اور بعض دفعہ کفریہ کلمہ بن جاتا ہے۔ لفظ الله أکبر میں تین زَبر ہیں اگر کسی کو کھینچ دیا گیا اور وہاں الف پیدا ہوگیا تو یہ کلمہ کفریہ بن جاتا ہے اور اس سے نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے۔ اگر پہلے الف کے زبر کو کھینچ دیا اور اللہ پڑھ دیا تو معنی یہ ہوں گے کہ کیا اللہ سب سے بڑے ہیں؟ یہ استفہام اِنکاری یا شکیہ ہو کر کلمہ کفر بن گیا۔ گو اس مفہوم کا قصد نہ ہونے سے اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

اس طرح أکبر کے الف کو بڑھانے سے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ کیا سب سے بڑے ہیں؟ اور 'ب' کے زبر کو بڑھانے سے معنی یہ ہوں گے کہ الله إکبار ہیں اور إکبار شیطان کا نام ہے یا کبر کی جمع بمعنی ڈھول۔

اس لیے قرآن مجید کے ہر حرف وحرکت کو صحیح طریقہ سے ادا کرنا فرض ہے جو طریقہ سند کے ساتھ حضور ﷺ سے ثابت شدہ ہے اس کو ہرگز ہرگز ہلکا نہیں سمجھا جاسکتا۔ صرف ترجمہ رٹ لینا اور لفظ غلط پڑھنا قرآن مجید نہیں ہوسکتا بلکہ الٹا گناہ کا سبب ہوسکتا ہے کیونکہ قرآنی الفاظ تو صحیح ہیں غلط ہم نے اَدا کیا (مطلب یہ ہے کہ قرآنی لفظ وہ ہے جو صحیح مخرج اور صحیح صفت کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اس لیے جب صحیح مخرج اور صفت ادا نہیں ہوگی تو لفظ لفظ سے بدل جائے گا جیسے ق، ک سے اور ط، ت سے بدل جاتی ہے اور جب 'ق' تھا ہم نے 'ک' پڑھا تو یہ قرآنی لفظ نہ ہوا) اور ترجمہ خدائی کلام نہیں بلکہ انسان کا سمجھا ہوا مفہوم ہے وہ بھی اسی کے مطابقت سے درست ہوگا ورنہ غلط ہوگا۔

تلاوت میں خوش آوازی مطلوب ہے

پھر اَحادیث شریفہ میں قرآن شریف کو خوش آوازی سے پڑھنے کی بہت تاکید آئی ہے اور خوب عرب یعنی عربی لہجوں میں پڑھنے کی ہدایت اور عجمی لہجوں کی ممانعت ہے۔ اس لیے حروف کو مخارج صحیحہ سے پوری صفتوں کے ساتھ، صحیح حرکتوں سے، عربی لہجوں میں خوش آوازی سے اَدا کرنا نہایت اَہم، دین کا جزو اور ایک اِسلامی فریضہ ہے اس کو ناقابل اہتمام قرار دینا بڑی زیادتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلفاظ و معانی دونوں کی رعایت ضروری ہے

ہاں احکام الٰہی (قرآنی الفاظ سے اَحکام کو سمجھنا) کا حاصل کرنا اور پوری طرح حاصل کرنا، ظاہر و باطن (آیت کے ظاہری اور پوشیدہ معنی کی تحقیق) مقدم، مؤخر (کون سی آیت پہلے نازل ہوئی کون سی بعد میں)، ناسخ و منسوخ (کس آیت نے کس آیت کے حکم کو منسوخ کیا ہے)، اشارات وصراحت سے حاصل کرنا تفسیرات نبویہ سے ان کو سمجھنا یہ الگ ایک فریضہ ہے ایک کی اَہمیت کے پیش نظر دوسرے کی اَہمیت کو نظر اَنداز کردینا صحیح طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ نہ اوّل بغیر دوسرے کے کامل ہے نہ دوسرا بغیر اوّل کے کامل ہوسکتا ہے دونوں میں سے ہر ایک مقصود بھی ہے قابل قدر و حفاظت بھی ہے قابل اہتمام بھی ہے۔ ہر ایک مسلمان کا فریضہ بھی ہے۔

یہ ایک فریضہ (یعنی قرآن کے اَلفاظ کی تلاوت) ہے اور فہم اَحکام دوسرا فریضہ ہے جس کو فقہ میں حل کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے بھی بے پروائی برتنا ٹھیک نہیں جیسے احکام سے ٹھیک نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اَحکام کی تنفیذ اور عمل پر بے انتہا زور دینے کی ضرورت ہے مگر اس کا یہ مطلب قرار دینا صحیح نہ ہوگا کہ الفاظ وحروف اور حرکات کو غلط کر کے تلاوت کی گنجائش ہو۔

اِعتراض نمبر۲

ایسی مجالس میں ہر قاری دوسرے سے بڑھ کر عمدہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے یہ ایک ریا ہے جو گناہ ہے ثواب کا کام نہیں۔ بلکہ ریا کو حدیث شریف میں شرک خفی فرمایا گیا ہے۔ اس لیے یہ مجالس ریاکاری یعنی شرک خفی کی مجالس ہوئیں ان کو دین اور ثواب کے کام کی مجالس قرار دینا درست نہیں۔

جواب: قاری کی تلاوت میں چار اِحتمال

رِیا اور نمود ونمائش کا مدار نیت پر ہے، اور نیت دل کی کیفیت ہے، جس کا علم دوسروں کو نہیں ہوسکتا، یہ تو خود پڑھنے والے کو دیکھنا ہے کہ اس کی نیت ثواب کی ہے یا کسی دینی خدمت کی ہے یا محض یہ ہے کہ لوگ اس کی تعریفیں کریں اور عزت و اِحترام سے پیش آئیں۔

① اگر اپنی تعریف واحترام کی خواہش سے ہی پڑھتا ہے تو یہ ریا ہے، گناہ ہے، خود اس کو ثواب نہیں ہوگا۔

② اگر نیت ثواب کی اور قرآن مجید کی عظمت کے اظہار کی ہے تو ثواب کی بات ہے، ریا نہیں ہے۔

③ اور اگر دکھا کر ہی سہی مگر مسلمانوں کا دل خوش کرنے کی نیت ہے تو یہ بھی کارِ ثواب ہے اور حدیث سے ایسے واقعات ثابت ہیں (جیسا کہ آئندہ صفحہ پر حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا واقعہ آرہا ہے) یہ بھی ریا نہیں۔

④ اور اگر لوگوں کو دکھانے، سنانے کے لیے بھی اس نیت سے پڑھتا ہے کہ سننے والوں کے دلوں میں قرآن شریف کی عظمت پیدا ہو، اس کی طرف رغبت وشوق اور جذبۂ خلوص ومحبت متوجہ ہو، جس سے سب کو خوش آوازی کے ساتھ صحیح پڑھنے کا شوق پیدا ہو، جو شریعت میں پسندیدہ ہے تو اس نیت سے خوش آوازی سے پڑھنا ریا نہیں، ایک دینی خدمت ہے۔

ان چار طرح کی نیتوں میں صرف ایک ریا ہے باقی تین کارِثواب ہیں۔ یہ نصیحت تو کی جاسکتی ہے کہ قاری صاحبان اوّل کی نیت ہرگز نہ رکھیں۔ دوم، سوم، چہارم کی نیت رکھ لیں لیکن خود یوں طے کردینا کہ ان کی نیت ریاکاری

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہی ہے یہ انتہائی سخت جملہ ہے اور مسلمان کے ساتھ بدگمانی کرنا ہے خصوصاً جب اس کے علاوہ دیگر احتمالات موجود ہوں۔ ان سب سے صرف نظر کرتے ہوئے ایک ناجائز احتمال کی تعیین کر لینا کسی طور بھی درست نہیں ہے۔

بدگمانی سے بچو

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ [الحجرات:١٢] ''بعض گمان گناہ ہوتے ہیں''

ممکن ہے کہ کوئی صاحب قرائن پر مدار رکھے۔ تو عرض ہے کہ غیر یقینی قرائن دلیل نہیں ہوسکتے اس طرح تو دوسرے احتمالات کے بھی قرآئن موجود ہوتے ہیں تو ان سے ان کو ردّ کیوں نہیں کیا جاتا۔ بیش از بیش (زیادہ سے زیادہ) قرائن سے یہ ثابت ہوگا کہ ممکن ہے کہ وہ بھی خیال ہو، یہ بھی خیال ہو، تو یہ مخلوط نیت (ملی جلی نیت ہے) ہے خالص ریا نہیں ثواب کا کام رہے گا گو خالص سے کم ہو۔

مسلمان کا دل خوش کرنے کے لیے عمدہ آواز سے پڑھنا

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ تم کو آل داؤد کے مزامیر عطا کیے گئے ہیں۔ اس حدیث کے تحت فتح الباری شرح صحیح بخاری کے صفحہ/۸۱ پر ابویعلی کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پر گزرے۔ وہ گھر میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے دونوں کھڑے سنتے رہے پھر تشریف لے گئے۔ صبح کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے یہ واقعہ بتایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سماعت فرما رہے ہیں تو میں اس سے بھی زیادہ بنا سنوار کر پڑھتا۔

اس جواب پر حضور ﷺ کا سکوت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ کسی مسلمان کا دل خوش کرنے کے لیے بنا سنوار کر پڑھنا ریا نہیں ہے بلکہ کارِثواب ہے۔ ریا اس وقت ہوتی ہے جب اپنی تعریف اور اپنے اِحترام کی نیت سے پڑھا جائے۔

حدیث شریف «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ» . [صحيح البخاري:١] ''عمل نیتوں سے ہیں'' یعنی مباحات اچھی نیت سے اچھے افعال بن جاتے ہیں اور بُری نیت سے بُرے۔ اس عمل کو بھی نیت اچھا بُرا بنا سکتی ہے۔ اس لیے اگر مسلمانوں کے دل خوش کرنے کے لیے نمود و نمائش اور خوش آوازی کا مظاہرہ ہو تو وہ خود ثواب ہے۔ جیسے کہ حدیث بالا سے معلوم ہوا اور اس کو ریا کہنا درست نہ ہوگا۔

محفلِ قراءت کے فوائد

ہم لوگ عجمی (غیر عرب کو عجمی کہتے ہیں کیونکہ عجمی کے معنی گونگے کے آتے ہیں اور عرب اپنے علاوہ سب کو عجمی اس لیے کہتے تھے کہ وہ عربی بولنے پر قادر نہیں تو گویا کلام ہی نہیں کر سکتے) ہیں ہمارے ملک میں بہت سے حروف و الفاظ مسخ (الفاظ کی صورتیں بگڑ کر) ہو کر غلط در غلط استعمال ہوتے ہیں۔ اب قرآن مجید کے الفاظ کو بھی اسی طرح پڑھنا سخت ترین گستاخی و بے ادبی ہے۔

گر تو قرآن بدین نمط خوانی ... می بری رونق مسلمانی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’اگر اسی طریقہ پر تو قرآن پڑھتا رہا تو مسلمانوں کی رونق ختم کردے گا۔‘‘

ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ قرآن مجید کو صحیح صحیح پڑھا جائے تا کہ اس کی بے حرمتی نہ ہو اور نمازیں بھی درست ہوسکیں۔ تو اس کا ذوق شوق پیدا کرنے کے لیے محافل قراءات منعقد کرنے کے سوا اور کیا تدبیر ہوسکتی ہے تا کہ بے عیب خدا کے بے عیب کلام کو بے عیب طریقہ سے پڑھنے کا شوق اور ایک والہانہ جذبہ عام مسلمانوں کے دلوں میں انگڑائیاں لینے لگے۔

ایسی مجلسیں اس ذوق وشوق کے لیے منعقد کرنا خصوصاً اس زمانہ میں کہ جب غیر مسلم اَثرات کے تسلط سے عام مسلمان اِسلامی باتوں سے بے توجہی بلکہ بعض تو نفرت رکھنے لگے ہیں۔ کیا اس کی اَشد ضرورت نہیں ہے؟ اور یہ کام کیا ثواب کا کام نہیں ہے؟ کیا اِسلام و اِسلامیات پر مائل کرنے کا ذریعہ نہیں ہے؟ تو ایسی نیت کے ساتھ نمود ونمائش بھی کیا کارِثواب نہ ہوگی۔

ایک کالج کے طالب علم نے بتایا کہ ان کے ہاں ایک دھریہ لا مذہب ماسٹر صاحب نے اس مجلس کا قرآن مجید سن کر بے ساختہ کہا کہ یہ سن کر مجھے دولت ایمان نصیب ہوگئی۔ جب سے بڑے بڑے شہروں میں مجالس قراءات کا اہتمام ہونے لگا ہے بہت سے اسکولوں، کالجوں، مدرسوں اور دفتروں میں تصحیح قرآن کی تعلیم بھی شروع ہوگئی ہے۔

قراءت سننے والوں کا فائدہ ہی فائدہ

فرض کیجئے کہ پڑھنے والوں کی نیت نیکی اور خیر کی بالکل ہی نہ ہو صرف خودستائی وشہرت کی ہو، خالص ریا ہی ریا ہو، تو اس کا گناہ تو پڑھنے والوں کو ہوگا ان کو تصحیح نیت کی نصیحت کرنا تو مناسب ہوسکتا ہے مگر ان کی اس نیت سے پڑھنے کا گناہ سننے والوں کو نہیں ہوسکتا۔ بلکہ انہیں تو ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی رہیں گی اور وہ اخروی فوز وفلاح کے حقدار بنتے رہیں گے، سننے والوں پر تو اس کا اَثر نہیں ہوسکتا (پڑھنے والے کی نیت کی خرابی کا سننے والا کی ثواب پر کوئی اثر نہیں ہوتا) اگر کوئی شخص ریا سے نماز پڑھتا ہے تو دیکھنے والا تو مجرم نہیں بن سکتا، اس لیے یہ بات کچھ وزن نہیں رکھتی۔ اس کو آڑ بنا کر قرآن مجید کے سننے سے محروم ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں بن سکتی۔

اِعتراض نمبر۳

خوش آوازی، اتار چڑھاؤ اور کمی زیادتی گانے کی صورت ہے اور شریعت میں گانا حرام ہے۔ قرآن مجید کو حرام سے مخلوط (ملانا) کرنا اس کی توہین ہے۔ اس لیے یہ مجلسیں کارثواب نہیں بلکہ گناہ عظیم بن رہی ہیں۔ ان میں شرکت کسی طرح جواز کی گنجائش نہیں رکھتی۔

تلاوت میں خوش آوازی اِختیار کرنے کا حکم

یہ غلط فہمی اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ خوش آوازی اور گانے میں فرق ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اَصلاً ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ گانا بے شک حرام ہے اور اس کا سننا بھی حرام ہے لیکن خوش آوازی جائز اور اس کا سننا بھی جائز ہے۔ خوش آوازی سے قرآن مجید پڑھنے کا تو حکم ہے ہر شخص پر لازم ہے کہ جس قدر خوش آوازی سے قرآن پڑھ سکتا ہو پڑھے۔

امام ابوداؤد، امام نسائی و ابن ماجہ و امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہم اللہ نے صحیح کہہ کر یہ حدیث روایت کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت دو، کیونکہ اچھی آواز قرآن مجید کا حُسن بڑھا دیتی ہے۔''

[أحیاء العلوم: ۱/۲۵۱]

اگر پڑھنے والا اچھی آواز والا نہ ہو تو جہاں تک اس سے ہو سکے اچھی آواز بنائے۔ [فتح الباری: ۷/۶۴]

اور صفحہ ۸۱ پر ہے کہ ابوداؤد نے سند صحیح سے حضرت ابوعثمان مہدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان گیا تھا میں نے کسی چنگ ورباب اور بانسری کی آواز ان کی آواز سے بہتر نہیں سنی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ «لَيْسَ مِنَّا مَن لَّم يَتَغَنَّ بِالْقُرْآن» . [صحيح البخاري: ۷۵۲۷]

''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن شریف کو خوش آوازی سے نہ پڑھے۔'' [جمع الفوائد: ۲/۱۲۳]

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے:

''اللہ تعالیٰ اس خوش آواز آدمی کی طرف، جو بلند آواز سے بنا سنوار کر قرآن مجید کو پڑھتا ہے، اس سے بھی زیادہ توجہ فرماتے ہیں جتنی گانے والی باندی کی طرف اس کا مالک کرتا ہے۔'' [کنز العمال: ۱/۱۵۰]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قرآن مجید کو عربوں کے لب ولہجہ کے مطابق پڑھو اور یہود ونصاریٰ اور فاسقوں کے لہجوں سے بچو۔ اس کو طبرانی نے معجم اوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔''

لہٰذا قرآن شریف میں خوش آوازی بہت پسندیدہ ہے اس کا حکم بھی ہے اور ثواب بھی۔ ہر شخص قرآن مجید پڑھنے میں اپنی آواز جس قدر عمدہ بنا سکتا ہو بنائے۔ اس پر وہ ثواب کا حقدار ہے۔ گانا اس سے بالکل مختلف چیز ہے گو اس میں بھی خوش آوازی کی جاتی ہے مگر تجوید سے قرآن مجید پڑھنے سے اس کی کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔

گانے اور تجوید میں فرق

﴿قُرْءَانًا عَرَبِيًّا﴾ [سورۃ یوسف: ۲] اور ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ﴾ [الشعراء: ۱۹۵] کے خدائی اِرشادات اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کو خوش آوازی سے تو پڑھا جائے مگر عرب کے قاعدہ وقانون کے اَندر رہتے ہوئے۔ جب ان قواعد کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا تو اس میں گانے کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ مثلاً یہ نہ ہو کہ حروف کو قواعد سے زیادہ کھینچ دیا جائے یا حرکتوں کو لمبا کر کے پیش کو واؤ، زبر کو الف، زیر کو یا کی صورت دی جائے جہاں ادغام نہ ہو وہاں کر دیا جائے جہاں ہو وہاں نہ کیا جائے۔ انہیں قواعد سے نکال نکال (یعنی خلاف قواعد تجوید پڑھنے کو گانا کہیں گے اور تجوید کے قواعد کا لحاظ کر کے خوش آوازی سے پڑھنا گانا نہیں ہے) کر یا ان سے آگے بڑھا کر پڑھنے کو گانا کہا جاتا ہے۔

غلطی یہاں سے ہی لگ جاتی ہے کہ جو لوگ خود قواعد سے واقف نہیں وہ تجوید اور گانے میں فرق نہیں کر پاتے اور وہ گانا آواز کو بنانے سنوارنے کو قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوش آوازی کی دوصورتیں

خوش آوازی کی دوصورتیں ہیں:

① حروف، حرکات اور صفات کے قواعد کے اندر رہ کر خوش آوازی کرنا۔ یہ قرآن مجید میں ثواب ہے۔

② دوسرا یہ کہ قواعد کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے کھینچ کھینچ کر حرفوں اور حرکتوں کو کئی گنا زیادہ کرکے سُر پیدا کرنا۔ یہ گانا ہے۔یعنی گناہ کا کام ہے۔کیونکہ گانے کے سُر بغیر کھینچے پیدا نہیں ہوتے اور تجوید کے قواعد عربی زبان کے ہی قواعد ہیں۔ بلکہ اس میں تو ہر ہر حرف میں سند صحیح کے ساتھ وہ طریقہ لیا گیا ہے جو حضور ﷺ سے حاصل ہوا ہے اور حضور ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے حاصل ہوا ہے۔یعنی جس طریقہ پر قرآن مجید کا نزول ہوا ہے۔اس لیے ماہرین تجوید کے پڑھنے کو گانا کہنا درست نہیں ہے بلکہ ایسا کہنے میں خطرہ بھی ہے کہ یہ الزام اوپر تک جا سکتا ہے۔ (یعنی نبی ﷺ اور جبریل علیہ السلام بلکہ اللہ تعالیٰ تک۔ اس لیے کہ تجوید کے قواعد کی پابندی کے ساتھ قرآن پڑھنا ﴿ فَاتَّبِعْ قُرْءَانَهُ ﴾ کی آیت اور «زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ» والی حدیث سے ثابت ہے۔)

ہاں جو لوگ قواعد عربیت و تجوید سے ہٹ کر اور حرفوں اور حرکتوں کو کھینچ کر خوش آوازی پیدا کریں گے وہ ضرور گانا شمار کیا جائے گا اور اس کو توہین اور گناہ کہنا درست ہوگا۔مگر جائز و ناجائز کی سرحدوں سے غفلت برت کر ایک دوسرے پر الزام تھوپ دینا صحیح نہیں ہوسکتا۔

اعتراض نمبر۴

یہ مجلس ریا اور غنا دو گناہوں پر مشتمل ہے۔اس کی شرکت کی دعوت گناہ کی شرکت کی دعوت ہے۔

مجلس قراءت میں شرکت کی دعوت کارِ ثواب ہے

اُوپر ہم نے عرض کر دیا ہے کہ ریا (دکھلاوے) کا تعلق نیت سے ہے اور نیت چار قسم کی ہوسکتی ہے جن میں سے صرف ایک ریا ہے وہ بھی اگر مخلوط (یعنی اس نیت کے ساتھ دوسری نیت بھی ملی ہوئی ہو) ہو تو محض ریا نہیں۔ اس لیے ریا کا دعویٰ کرنا بے دلیل ہے اور پھر اگر ریا ہو بھی تو اس کا اثر پڑھنے والے پر ہوتا ہے سننے والے کا کام سننا ہے اس میں ریا نہیں ہوسکتی۔ یہاں دعوت سننے کی دی جاتی ہے جس میں ریا ناممکن ہے۔

اور جن کو پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے ان کو دیگر نیتوں سے ہی دعوت ہوسکتی ہے ریا والی نیت سے تو دعوت دینا ممکن ہی نہیں، کیونکہ وہ نیت دوسروں کی ہو ہی نہیں سکتی۔صرف پڑھنے والے کی ہوسکتی ہے۔

رہی دوسری بات گانا و غنا کی تو ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس کو گانا کہنا خطرناک بات ہے۔اور اس کا بھی کافی وشافی جواب دیا جا چکا ہے۔

اعتراض نمبر۵

دعوت دے کر جمع کرنا فرض و واجب امور کے لیے تو درست ہے جیسا کہ تبلیغ احکام، وعظ اور تعلیم و تربیت کے لیے حضور ﷺ جمع فرماتے تھے مگر اُمور مستحبہ کے لیے، جن کے اِجتماع کی خیر القرون (بہترین زمانہ یعنی حضور ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا دور) میں اصل نہ ہو، دعوت دے دے کر جمع کرنا ممنوع و مکروہ ہے۔اسی بنا پر نفلوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت لیلة القدر ولیلة البراء (پندرہ شعبان) ولیلة العیدین میں اجتماع کرنے کو فقہائے احناف نے مکروہ وممنوع قرار دیا ہے اور مجلس میلاد وسیرت میں ایک وجہ کراہت کی یہ بھی ہے۔اس بنا پر اگر اس مجلس میں کوئی اور خرابی نہ ہو تو نفس اجتماع ودعوت ہی ممنوع ہوتی ہے۔

تجوید کے ساتھ قرآن پاک کا لوگوں تک پہنچانا واجب ہے

یہ تو بالکل صحیح ہے کہ اُمورِ مستحبہ کے لیے واجبات کا سا اِہتمام بے شک ممنوع ومکروہ ہے۔لیکن آیت

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ إِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾[المائدة:٦٧]

''اے رسول ﷺ جو کلام آپ ﷺ پر آپ ﷺ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اس کو لوگوں تک پہنچادیں۔اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو رسول ﷺ ہونے کا حق اَدا نہیں کیا۔''

اور حدیث «بَلِّغُوْا عَنِّي وَلَوْ اٰيَةً» . [صحيح البخاری:٣٤٦١]

''میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔'' سے قرآن مجید کے ہر ہر جزو کی تبلیغ اور لوگوں تک پہنچا دینا حضور ﷺ پر اور پھر تمام اَہل علم پر واجب ہے۔

قرآن مجید کے اَجزاء میں اس کے الفاظ، حرکتیں اور ان کی حقیقی کیفیات بھی داخل ہیں، کیونکہ بغیر الفاظ وحروف وحرکات اور ان کی کیفیات کے کلام کا وجود ہی نہیں ہوسکتا۔اور کلام کی تبلیغ فرض وواجب ہے اس لیے اس کا بھی لوگوں تک پہنچانا اُمورِواجب میں سے ہے۔اس کو فقط مستحب قرار نہیں دیا جائے گا۔

پوری تجوید منزل من اللہ ہے

پھر تجوید کی یہ کیفیات بھی نازل شدہ ہیں کسی کی خود تصنیف کردہ نہیں ہیں۔سورۃ قیامۃ میں حضور ﷺ کو ارشاد ہوا: ﴿ فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْءَانَهٗ ﴾[قیامۃ:١٨] ''پھر جب ہم بواسطہ جبرئیل علیہ السلام پڑھیں تو آپ ﷺ اس پڑھنے کی پیروی کیجئے'' حضور ﷺ کو حکم تھا کہ جبرئیل علیہ السلام کی طرح پڑھیں۔آپ ﷺ نے اسی طرح پڑھا، اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھایا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے تابعین رحمہم اللہ کو اور پھر اس طرح آگے صحیح سند کے ساتھ آج تک سلسلہ بہ سلسلہ چلا آرہا ہے۔

اور ﴿ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ﴾ [البقرہ:١٢١] ''اللہ کی کتاب کو ایسے تلاوت کرتے ہیں جیسے اس کا حق ہے۔'' کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسے پڑھیں جیسے کہ نازل کیا گیا ہے۔[تفسیر ابن جریر:١٧٠/٥]

علامہ علی قاری نے المنح فکریہ صفحہ ٢٩ میں ابن خزیمہ کی صحیح سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کو ایسے ہی پڑھا جائے جیسے وہ نازل ہوا ہے۔

لہٰذا تمام حروف وحرکات اور اَلفاظ کے طور طریق (اَلفاظ کے پڑھنے کا لہجہ واَنداز) اپنی سندوں (پڑھنے والے سے لے کر حضور ﷺ تک مستقل سلسلہ سند کے ساتھ کس نے کس سے سیکھا ہے) سے حضور ﷺ اور حضرت جبریل علیہ السلام سے ثابت اور نازل شدہ ہیں۔جس طرح اَلفاظ ومعانی کو دوسروں تک پہنچانا واجب ہے ان کو پہنچانا بھی اور خود ان پر عمل کرنا بھی واجب ہے ان کو دوسری چیزوں پر قیاس کرکے محض مستحب نہیں کہا جاسکتا۔اس لیے ان کے لیے اجتماع وجلسہ کرنا ایسے ہی درست ہے جیسے تبلیغ اَحکام کے لیے درست ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءت قرآن عملی تبلیغ ہے

بلکہ قراءت قرآن کی تبلیغ علمی سے زیادہ عملی کی ضرورت ہے، کیونکہ ان کا تعلق عمل سے ہی زیادہ ہے۔ علمی تبلیغ تو کتابیں پڑھانے سے اور عملی تبلیغ مشق کرانے اور کر کے دکھانے سے ہوتی ہے اور پھر تمام مسلمانوں کو شوق دلانا الگ ہے۔ حضورﷺ نے بھی فرمائش کر کے قراءت سنی ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم وسنن ابوداؤد وسنن ترمذی کی حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ حضورﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''تم مجھ کو قرآن مجید پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضورﷺ میں سناؤں، حالانکہ آپﷺ پر نازل ہوا ہے؟ آپﷺ نے فرمایا: میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔'' اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی تلاوت سننے کا قصہ بھی اوپر پیش ہو چکا ہے۔[جمع الفوائد:۱۲۳/۲]

حضورﷺ کا لوگوں کو جمع کر کے قرآن سنانا

آپﷺ نے خود بھی لوگوں کو جمع کر کے قرآن سنایا ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ۷۵ پر مسلم وترمذی کی حدیث ہے جس میں حضرت ابو ہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

''سب جمع ہو جاؤ میں تم کو ایک تہائی ۱/۳ قرآن مجید سناؤں گا۔ جو جمع ہونے تھے ہو گئے۔''

حضورﷺ تشریف لائے، سورۃ اخلاص کی تلاوت فرمائی اور اندر تشریف لے گئے۔ ایک صحابی نے دوسرے سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی آسمانی حکم آیا ہے اس لیے پھر اندر داخل ہو گئے ہیں۔ حضورﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم کو ایک تہائی قرآن مجید سناؤں گا تو سن لو یہ سورۃ ایک تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔ (اس سورۃ کے پڑھنے کا ثواب ایک تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔)

لہٰذا ایسے اجتماعات کو غیر اَہم قرار دینا اور یہ کہنا کہ غیر اَہم کو اَہم بنانا مکروہ وممنوع ہے، صحیح بات نہ ہوگی۔ یہ بھی اَدائے واجب کے لیے اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تبلیغی اِجلاسوں میں سے ایک اجلاس ہے۔

مقرر کرنا

قوتِ عمل سے محروم قومیں جذبۂ دینی کی تسکین کے لیے مذہب کے نام پر ایسے مظاہرے کیا کرتی ہیں اور ان مظاہر کو عمل کا نام دے کر ان کی غلام بن کر رہ جاتی ہیں۔ قرآن اس لیے نازل ہوا تھا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس کو مشعل راہ بنایا جائے مگر ہم نے ایسا نہیں کیا۔ قوالیوں، میلادوں اور دیگر شرک وبدعات کی رسوم کی طرح مجلس قراءات کو بھی دینی شعار بنا لیا ہے۔

محافل قراءات کو کھوکھلے مظاہرے کہنا غلط ہے

تعجب ہے کہ یسے لفظ ان لوگوں کے قلم سے نکلتے ہیں جو کچھ نہ کچھ دینی رجحان بھی رکھتے ہیں۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ انہیں قطعاً خیال نہیں ہوتا کہ وہ بے اصل، بے بنیاد اور مخالف اِسلام باتوں کو منہ سے نکال رہے ہیں۔ جبکہ ان مجالس میں قراءت کرنے والے قراء الفاظ وحروف وحرکات قراءات اور ان کی صحت وعمدگی کو سناتے ہیں جس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے قرآن وحدیث میں حکم موجود ہے، ترغیب وتحریص (رغبت دلانے اور ابھارنے کا حکم ہے) موجود ہے۔
معلوم نہیں ایسا کہتے یا لکھتے وقت ان کے دماغ پر کیا خیال مسلط ہو جاتا ہے۔کھوکھلے مظاہرات ایک ایسی چیز کو کہا جارہا ہے جس کو حضور ﷺ یوں فرماتے ہیں: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ». [صحيح البخاري:۷۵۲۷]
''وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوش آواز سے نہ پڑھے۔''
یہ عجیب منطق ہے کہ الفاظ، حروف اور حرکات جو قرآن مجید کا جزء ہیں اور پھر ان سب کا صحیح صحیح اپنے مخارج وصفات اور قواعد عربیت وطریقہ نبویہ کے موافق ہونا ہی نازل شدہ ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔
اور عقلاً بھی نازل شدہ ہونا ہی ضروری ہے۔ کیونکہ حروف وحرکات اپنی صفات (حروف کی اَدائیگی کی کیفیت یعنی اس کا موٹا اور باریک ہونا اس میں آواز کا جاری رہنا یا بند ہونا وغیرہ) سے خالی ہوکر نازل ہو ہی نہیں سکتے لامحالہ مع صفات نازل ہوئے ہیں۔تو اس نازل شدہ طریقہ کے موافق ادا کرنے کو کھوکھلے مظاہرات قرار دیا جارہا ہے۔ حالانکہ جیسے قرآن کے مضامین کی حفاظت فرض ہے اسی طرح دوسرے اَجزاء مثلاً الفاظ، حروف، حرکات اور کیفیات کی حفاظت بھی ہر مسلمان پر فرض ہے۔

قرآن کے شمع ہدایت ہونے اور سنوار کر پڑھنے میں کوئی تعارض نہیں

رہی یہ بات کہ قرآن مجید بنی نوع انسان کے لیے شمع ہدایت ہے جبکہ ہم نے اسے زندگی سے خارج کررکھا ہے۔تو بے شک اس کا اہتمام ہونا چاہیے اور ہر ممکن حد تک کوشش کی جانی چاہیے کہ ہماری کل زندگی اَحکام الٰہی کے مطابق گزرے۔
لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنا یا اس کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ اور جذبہ وشوق پیدا کرنا آخر اس میں رکاوٹ کب پیدا کرتا ہے؟ تجوید سے پڑھنے میں عمل کی بندش کب پیدا ہوتی ہے؟
اور اگر یہ خیال ہو کہ جب عمل نہیں ہورہا تو تجوید سے تلاوت بھی نہ ہو۔تو یہ ایک بے جا بات ہوگی۔ایک جرم کے اِرتکاب میں دوسرے جرم کا اِرتکاب قرین عقل نہیں،ضرورت اس امر کی ہے کہ اَحکامات قرآن کو بجالایا جائے اور اس کی ادائیگی کے تمام طور طریقوں کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔
اور اگر پھر بھی ان اعتراضات کو دہرایا جائے تو یہ ایک طرح سے ان احادیث پر بھی (یعنی حضور ﷺ تو تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے کا حکم دیں اور ہم اس سے روکیں) اعتراض بن جائے گا جن میں اس کی اہمیت اور ترغیب بلکہ حکم وارد ہے۔اس لیے ذرا سوچ سمجھ کر یہ بات کہنی چاہیے۔
اس میں شک نہیں کہ قرآن شمع ہدایت ہے اور اس کا اتباع برابر فرض ہے۔ الفاظ، حروف اور حرکات کی درستی اس کی اَہمیت کو کم نہیں کرے گی بلکہ اس شمع ہدایت پر مزید چار چاند لگائے گی۔

اِعتراض نمبر ۸

وزیر خزانہ نے مشورہ دیا ہے کہ آرٹ کونسلیں حُسن قراءت کو اپنانا شروع کریں۔ اگر ایسا ہوا تو یہ قرآن مجید پر ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ظلم ہوگا اور یہ مجالس اس کا ذریعہ بنیں گی۔

مجلس قراءت کو لہو ولعب کا سبب قرار دینا درست نہیں

اگر وزیر خزانہ صاحب کا مقصود یہ ہو کہ تصویر کشی کے حرام فعل سے لوگ باز آ جائیں اور صرف قرآن پر توجہ دیں تو اس میں ظلم کیوں کر ہے؟ ہاں قرآن مجید کو بطور لہو ولعب استعمال کرنا گناہ ہے اور اس کی بے حرمتی ہے۔ ہر عبادت کو لہو ولعب بنانا اس کی بے حرمتی ہے اور بجائے ثواب کے گناہ بن جاتا ہے۔ مگر اس وجہ سے، کہ کوئی کوئی ایسا ہی کر سکتا ہے، تمام عبادتوں کو بیک قلم منسوخ کر دینا کوئی صحیح بات نہیں بن سکتی۔

خود قرآن مجید نے اپنے بارے میں کہا ہے ﴿ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَّ يَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ﴾[البقرہ:۲۶]

''بہت کو اس کے ذریعہ گمراہ کیا جاتا ہے اور بہت کو ہدایت دی جاتی ہے۔''

تو کیا اس لیے کہ بعض لوگ قرآن مجید کا انکار اور ہنسی مذاق کر کر کے کافر و گمراہ ہو جاتے ہیں، نفس قرآن مجید کو ہی بند کر کے رکھ دیا جائے۔

یہ فعل تو ان لوگوں کا ہے، اس کے مجرم وہ ہوں گے اور کھیل بنانے کا گناہ ان کو ہوگا۔ کیا قرآن مجید کو بہترین آواز اور لہجے میں پڑھنے والا ان کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ قرآن مجید کو کھیل بنا لیں۔

اِعتراض نمبر ۹

① چراغاں ② گیٹ ③ جھنڈیاں ④ اسٹیج ⑤ صدر

⑥ تالیاں ⑦ اچھل کود، قہقہوں سے داد ⑧ کسی کے آنے جانے پر نعرے۔

یہ سب طور طریقے کافرانہ ہیں۔ اور تلاوت قرآن کو کافرانہ طور طریقوں سے آلودہ کرنا قرآن مجید کی توہین ہے۔ اس کے علاوہ اسراف کا گناہ الگ ہے۔

محافل قراءات میں قدر ضرورت روشنی کی اِجازت

یہ اعتراض آٹھ باتوں پر مشتمل ہے۔ مگر ان میں سے بعض کے درجے صحیح نہیں۔ اس لیے ہر ایک کی الگ الگ وضاحت پیش کرتے ہیں۔

① روشنی اس قدر ہو کہ آنے جانے اور بیٹھنے اُٹھنے والوں کو سہولت ہو اور ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ اس قدر تو ضرورت کے تحت ہے اور اس کو اسراف بھی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مجمع کی کمی بیشی کے مطابق ہو سکتی ہے۔ ہاں جو ضرورت یا سہولت سے زائد ہو وہ ضرور اسراف میں داخل ہے اس سے منتظمین کو روکنا چاہئے۔ لیکن منتظمین کی اس حرکت سے مجلس کے حاضرین پر کوئی گناہ ہو، یا قرآن مجید پڑھنے سننے کا ثواب نہ ہو اور صرف اس کو بنیاد بنا کر محافل قراءات سے محرومی اختیار کی جائے یہ بات قرین عقل نہیں ہے۔

محفل قراءت کے لیے گیٹ بنانا، جھنڈیاں لگانا اسراف ہے

② اس کی ضرورت کوئی نہیں ہوتی یہ محض رسم اور اسراف ہے۔

③ جھنڈیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے ذریعے ہم شان پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ تاویل غلط ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر بات کی شان اس کے درجہ کے مطابق ہوتی ہے، دینی کاموں کی شان دینی طریقوں سے ہوسکتی ہے۔
ان کا فرانہ طور طریق سے ان کی شان نہیں بڑھتی بلکہ اور گھٹتی ہے جیسے مرد کو عورت کا لباس و زیور پہنانے سے اس کی شان بڑھتی نہیں بلکہ گھٹتی ہے۔ تمام دینی و اسلامی جلسے اور اجتماعات کا یہی حال ہے۔ (اس لیے اس قسم کی محافل میں ان کاموں سے احتراز کرنا چاہئے۔)

قراء کے لیے اسٹیج کی حقیقت

④ اس کی مروّجہ صورت بھی رسم کافرانہ نہیں تو فاسقانہ ضرور ہے۔ ہاں یہ شکل کہ قاری صاحبان یا مقررین ایسی اونچی جگہ پر ہوں کہ جہاں سے لوگ ان کو دیکھ سکیں تسکین کا سبب ہے۔ گزشتہ زمانوں میں تو آواز پہنچانے کے لیے اونچائی کی ضرورت ہوتی تھی مگر اب لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے یہ ضرورت نہیں رہی۔ صرف دیکھنے کی تسکین کے لیے حاجت ہے جو قدرے اونچا ہونے سے حاصل ہوجاتی ہے۔ اس سے زائد اہتمام کرنا اسراف سے خارج نہیں ہوسکتا۔

صدر مجلس کی حقیقت

⑤ یہ بھی صرف ایک رسم کے طور پر رہ گیا ہے۔ اس کی شرعی اصل صرف اس قدر ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم لوگ سفر میں ہو تو ایک شخص کو امیر مقرر کرلیا کرو اس سے انتظام قائم ہوگا۔ امیر مقرر کرلینے کے بعد جب تک وہ امیر ہے یا جب تک سفر باقی ہے اس کی اطاعت واجب ہوگی۔
شاید لوگوں نے اس پر قیاس کرکے جلسہ کے انتظامات کے لیے ایک شخص کو امیر مقرر کیا ہے۔ مگر اس کی اطاعت کرنا ضروری تھا۔ اب صرف ضابطہ میں نام ہوجاتا ہے اطاعت کوئی نہیں کرتا۔ ایک رسم باقی رہ گئی ہے۔ اور ایک وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنے گھر یا حلقہ و ادارہ میں منتظم ہے وہی امیر ہے کسی دوسرے کو اس کے یہاں حکم چلانے کا حق نہیں ہوتا بلکہ ان کو اس کے تابع رہنا ضروری ہے، جیسا کہ احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو دعوت دے کر بلایا ہے ان کو اپنے حکم کے ماتحت قرار دینے کے بجائے ان کے اعزاز کے لیے خود انہی میں سے ایک کو منتخب کرکے عارضی منتظم قرار دیا جاتا ہے۔
خواہ وہ منتظم صاحب البیت، (گھر والا) صاحب ادارہ منتخب کردے یا سب سے انتخاب کرالے، لفظوں کے ساتھ یا ایک کے لفظ اور دوسرے کے سکوت کے ساتھ جیسے عام عرف ہے۔ مگر اب لوگوں نے اس کو اس کے درجہ سے نکال کر صرف رسم بنالیا ہے، اس لیے یہ اس وقت تک قابل ترک ہے جب تک امیر بنانے کی صورت پر عمل نہ ہونے لگے۔

مجلس قراءت میں تالی بجانا منع ہے

⑥ یہ سراسر کافرانہ روش اور قابل ترک ہے، بلکہ مذاق کی سی صورت بن جاتی ہے۔

مجلس قراءت میں اچھل کود کرنے کی ممانعت

⑦ اظہار مسرّت وشکر کے لیے کسی بات کا عمل، گو صحیح ہو مگر کھیل کود کے کاموں کی طرح ہو، اس کا اظہار قرآن مجید کی شان کے خلاف اور ہنسی مذاق اور کھیل بنانے کے مترادف ہے۔ ایسی باتوں کی روک تھام از حد ضروری ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن قراءت پر داد دینے کا عمدہ طریقہ

یہاں دو باتیں ہیں جن پر اظہارِ مسّرت کیا جاسکتا ہے۔ ایک قرآن مجید کے الفاظ، تو ان کے لیے سبحان الله ، جل شأنه ، جل جلاله ، ایسے الفاظ کا اِستعمال درست ہوگا۔ جو کلام الٰہی کی عظمت اور خود خدا تعالیٰ کی عظمت ظاہر کریں یا ان کی تصدیق میں صدق الله و رسوله وغیرہ الفاظ ہوں۔

اور دوسرا پڑھنے والے کو داد دینے کے لیے جزاك الله ، مرحبا الفضل فوقك وغیرہ الفاظ کا استعمال کیا جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ غرض کلام الٰہی کے اَدب اور شانِ ربانی کے لحاظ کے ساتھ جذبات کے اِظہار کا مضائقہ نہیں مگر کافرانہ وفاسقانہ یالہو ولعب کی حرکتوں سے بچانا لازم ہے۔ لیکن چند لوگوں کی ایسی حرکت کی وجہ سے مجلس کو معیوب قرار دینا یا بند کرانا محض زیادتی ہے۔

قاری کی آمد پر نعرۂ تکبیر، الله أكبر ، کہنا جائز نہیں

⑧ یہ بات بھی روکنے کی مستحق ہے، کیونکہ ذکر اللہ و ذکر رسول ﷺ کو کسی اور کے لیے اِستعمال کرنا ذکر کی بے حرمتی ہے۔ فقہائے اَحناف نے لکھا ہے کہ اگر چوکیدار اپنے بیدار رہنے کی دلیل میں لا إله إلا الله محمد رسول الله بلند آواز سے پڑھے گا تو یہ منع ہے۔ جو تاجر مال کی عمدگی ظاہر کرنے کے لیے اللهم صلی علی محمد پڑھے گا تو یہ بھی منع ہے۔ لہٰذا اسی طرح کسی کے آنے جانے پر اللہ و رسول ﷺ کے نام کے نعرے ان کی بے حرمتی کی وجہ سے ممنوع ہوں گے۔ اس کو بھی روکنے کی ضرورت ہے۔

اِعتراض نمبر ۱۰

قرآن مجید کی تلاوت پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام کام ہیں۔ اس کی دعوت دینا بھی گناہ ہے اور جو لوگ کچھ رقم دیتے ہیں وہ جائز کام کے لیے دیتے ہیں اس کو اس میں صرف کرنا یا مندرجہ نمبر ۹ میں صرف کرنا، اور اگر وہ اس کام کے لیے دیں تو گناہ ہے۔ یہ مجلس اس سب پر مشتمل ہوتی ہے۔

محفل قراءت میں تلاوت پر اُجرت حرام ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ علمائے احناف کے ہاں ہر عبادت کی اُجرت حرام ہے۔ مگر متاخرین میں سے بعض علماء نے دیگر اماموں کے مذہب پر فتویٰ دے کر صرف اِمامت، اَذان، تعلیم قرآن و دینیات اور ملازمت وعظ پر اُجرت کی اِجازت دی ہے، نفس تلاوت اس میں داخل نہیں۔ اس لیے ہر کسی تلاوت پر اجرت لینا، دینا دونوں حرام ہیں۔

قاری کے لیے کرایہ آمد ورفت لینا جائز ہے

لیکن دینی مصلحت کے تحت جب کسی کو دور سے بلایا جائے تو آمد ورفت اور خورد ونوش کا خرچہ ان کو دینا اجرت میں داخل نہیں اور وہ ناجائز بھی نہیں ہے۔ اور یہ بھی صحیح کہ ناجائز میں دینے والے کی اِجازت سے بھی خرچ کرنا جائز نہیں اور اِجازت کے بغیر تو جائز میں بھی نہیں اس لیے ان سب باتوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ لیکن ان کوتاہیوں کے مجرم منتظمین ہیں اور انہی پر گناہ ہے، سامعین پر اس کا اثر نہیں ہوسکتا۔ پھر ہر مجلس میں ان خرابیوں کا ہونا بھی ضروری نہیں۔ منتظمین کو فہمائش (سمجھانے) کرنے کی ضرورت ہے مگر اس وجہ سے مجالس کو بند کردینا درست نہیں ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُمید ہے کہ اَب سب باتوں پر خلوص کے ساتھ غور کیا جائے گا تا کہ برائیوں کی اِصلاح ہو اور بھلائیوں کی ترغیب ہو۔ واللہ اعلم۔

صدق اللہ العظیم بعد از تلاوت مستحب ہے

سوال: تلاوت قرآن کریم کے بعد صدق اللہ العظیم کہنا جائز ہے یا ناجائز؟ (سائل محمد سعادت اللہ کراچی)

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... حامدا و مصلیا و مسلما

اَسکولوں اور کالجوں میں اِسلامی تعلیمات کا معاملہ صفر (نہ ہونے کے برابر) ہے اور دن رات اِسلام اور اہل اسلام پر غلط سلط اِعتراضات کئے جاتے ہیں اور انگریزوں کا جعلی اسلام ذہنوں میں جمایا جاتا ہے۔ اِسلام اور سچے پکے مسلمانوں سے نفرت پیدا کر کے مسلمانوں کے دماغ دین سے کھوکھلے کیے جارہے ہیں۔ برس ہا برس سے یہ سازش چل رہی ہے۔ نتیجہ یہ کہ اَب گو نصاریٰ (عیسائی یعنی انگریزوں کی حکومت نہیں رہی) کا تسلط نہیں رہا مگر اکثریت ایسے لوگوں کی ہوگئی ہے جن کا نام مسلمانوں کا سا ہے مگر عیسائیت ان کے دل میں گھر کئے ہوئے ہے۔ کسی غلط فہمی کی وجہ سے اسلام میں اگر ذرا سی بات بھی قابل اعتراض معلوم ہو جائے تو پورے اِسلام پر دشنام طرازی کا بازار گرم کر دیا جاتا ہے۔ انگریز چلے گئے مگر اپنے ایجنٹ ایسے بنا کر چھوڑ گئے کہ جو کام وہ نہ کر سکتے تھے اور ان سے نہ ہو سکے وہ ان ایجنٹوں کے ہاتھوں ہو رہے ہیں۔

جتنے فرقے پارٹیاں آپ دیکھ رہے ہیں سب اسی کے پھل پھول ہیں چونکہ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اسلام سے بالکل بے خبر بلکہ متنفر ہیں لہٰذا لوگ ان کو ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں بلکہ اب تو یہ ہوگیا ہے کہ اگر کوئی اعتراضات کرنے لگتا ہے تو اسے کوئی نہیں پوچھتا، بلکہ وہ اسلام کے خلاف بکواس کر کے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے۔ خالفوا تعرفوا 'مخالفت کرو مشہور ہو جاؤ گے' محاورہ پر بھرپور عمل ہے اور مخالفت بھی اس کی جس کے پیروکار بہت ہوں اور سب چلا اٹھیں۔ اسی گُر سے اہل باطل کام لے رہے ہیں اور روز ایک نیا فرقہ وجود میں آتا ہے۔

ابھی حال ہی میں کوئی عبدالرؤف صاحب جو کراچی یونیورسٹی کے لیکچرار ہیں، انہوں نے بھی ذرا سی غلط سلط عربی سیکھ کر اَسکول کالج کے دینی اعتبار سے صفر لوگوں میں یہ شوشہ چھوڑا کہ علماء دین اور قاری صاحبان جو تلاوت کے بعد صدق اللہ العظیم پڑھتے ہیں، یہ بدعت ہے۔ اور بدعت کہتے ہوئے کسی عالم کی پوری تقریر جھاڑ دی اور ان سب کو مجرم بلکہ بدعتی و مشرک و اسلام سے خارج کہہ ڈالا اور ایک کتابچہ داغ دیا۔ کسی صاحب نے وہ کتابچہ دفتر 'الاشرف' میں بھیج دیا، ہم اس کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں۔

کتابچہ کے صفحہ نمبر ۹ پر مذکور ہے کہ انہوں (موصوف عبدالرؤف صاحب) نے تلاوت کے بعد صدق اللہ العظیم نہ کہا تو ان کے ایک شاگرد نے اِعتراض کیا کہ آپ نے ایک آیت چھوڑ دی ہے یعنی صدق اللہ العظیم نہیں کہا۔ اس پر بہت غصہ آیا کہ بہت سے نادان اسے قرآن کریم کی آیت سمجھنے لگے ہیں لہٰذا اس کا رد کر دیا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان صاحب کو بدعت کی حقیقت معلوم نہیں ہے یا اسے سمجھے نہیں۔ حضور ﷺ نے بدعت کی جو تعریف فرمائی ہے وہ صفحہ ۲ پر درج کر دی گئی ہے:

> ''جس نے ہمارے اس کام یعنی دین میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے یعنی اس کا ثبوت قرآن مجید و حدیث میں نہیں ہے تو وہ عمل بھی عنداللہ مقبول نہیں ہے اور اس کا کرنے والا اللہ کی رحمت سے دور ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① حدیث کے لفظ أحدث کا ترجمہ نکالنا نہیں بلکہ پیدا کرنا ہے۔نکالی ہوئی کا مطلب تو اندر سے پوشیدہ چیز نکالنا ہے وہ تو بدعت نہیں ہوسکتی آگے کا لفظ ما لیس منه کا ترجمہ' جو اس میں سے نہیں ہے'، اس پر صادق نہیں آتا ہے۔اس لیے یہ ترجمہ غلط ہے، جو اس سے ماخوذ ہے وہ تو اس کے اندر ہے وہ بدعت کیسے ہوسکتا ہے۔

② ذرا ذہن کو صاف کرکے سنئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ قِيلًا ﴾ [سورۃ نساء:۱۲۲] یعنی ''قول میں اللہ سے زیادہ کون سچا ہے۔''

③ اور اِرشاد ہے: ﴿ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيثًا ﴾ [سورۃ نساء:۸۷] ''اور بات میں اللہ سے زیادہ کون سچا ہے؟'' دونوں آیتوں میں استفہام اِنکاری ہے۔یعنی کوئی سچا نہیں آپ ہی سچے ہیں اب اللہ تعالیٰ کے قول کے بعد یہ کہنا صدق الله العظيم یعنی عظمت والا اللہ ہی سچا ہے کیا یہ ان دونوں آیتوں کی تصدیق نہیں ہے؟ اب تلاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اللہ تعالیٰ کی بات کو سچا بتلا رہا ہے تو یہ شرک و بدعت ہے یا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے؟ اب یہ فرمایئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کو شرک و بدعت کہتا ہے وہ خود کیسا ہے؟

④ اَمر کا ترجمہ ہر کام نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو فرض و واجب ہو، کیونکہ اَمر تو حکم کو کہتے ہیں اور اَمر فرض یا واجب ہے لہٰذا جو چیز دین نہ ہو اسے دین بنائیں یا جو چیز فرض و واجب نہیں اسے فرض و واجب بنائیں تو اس پر حکم ہے کہ 'فهو رد' یعنی ''وہ مردود ہے'' لہٰذا جو غیر کام فرض واجب سمجھ کر نہ کیا گیا وہ بدعت نہیں ہوگا جیسے تمام مستحبات اور تمام جائز کام اور تمام نوافل و اَذکار وغیرہ جو دین ہیں، جب تک ان کو فرض و واجب نہیں کہے گا اسے بدعت کہنا درست نہیں ہوگا جیسے عمدہ عمدہ کپڑے، مکان، ہوائی جہاز، ریل وغیرہ اور بڑی بڑی مساجد یہ سب کام دین کے لیے تو ہیں مگر فرض و واجب نہیں۔اس لیے یہ کام بدعت نہیں کہلائے جاسکیں گے۔

⑤ ما لیس منه یعنی جو دین نہ ہو اور جو کام اس سے ماخوذ ہوگا وہ بدعت نہیں ہوسکتا جیسے مذاہب اَربعہ کے فقہی مسائل۔

⑥ پھر بدعت کو شرک کہنا بالکل ناواقفی کی دلیل ہے۔شرک تو عبادت میں یا حق تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ یا اَزل تا اَبد میں شریک کرنے کو کہا جاتا ہے۔ بدعت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکت نہیں ہوتی۔مصنف صاحب چونکہ دینی علوم سے ناواقف ہیں صرف عصری علوم دل و دماغ پر پیوستہ ہیں اس لیے وہ مسئلے کو سمجھ نہیں پائے۔ واللہ اعلم

'صدق الله العظيم' پڑھنے کے دلائل

تلاوتِ قرآن حکیم کے بعد جو قراء عام طور پر 'صدق الله العظيم' پڑھتے ہیں اس کو ایک صاحب نے بدعت قرار دیا تھا۔جس کے بارے میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ایک مضمون لکھا تھا کہ اس کو بدعت کہنا درست نہیں جو سابقہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔اس کے جواب میں انہوں نے کوئی خط لکھا جس کا ذکر حضرت رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے، اس کا مفصل جواب لکھنے کا اِرادہ کیا تھا لیکن پھر ترک کردیا کہ ماننے کے لیے چند دلائل کا سن لینا ہی کافی ہے اور نہ ماننے والے کے لیے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔چنانچہ بعد اَز قراءت 'صدق الله العظيم' کہنے کے چند دلائل حضرت رحمہ اللہ نے ذکر کئے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

دلیل ۱: امام غزالی رحمہ اللہ جن کو سب مسلمان انتہائی معتبر مانتے ہیں، آداب تلاوت میں رقم طراز ہیں:

''ليقل عند فراغه من القرأة صدق الله تعالىٰ وبلغ رسول الله ﷺ''

''قراءت سے فارغ ہونے پر کہے، سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ان کے رسول ﷺ نے ہم تک پہنچایا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل ۲: اس کی شرح اتحاف السادة میں ہے:

"ولیقل عند فراغه من کل سورة صدق الله العظیم و بلّغ رسوله الکریم و نحن علی ذلك من الشاهدین ، أو یقول صدق الله تعالیٰ و بلّغ رسوله ﷺ ." [اتحاف السادة:۴۹۱/۴]

"اور قاری ہر سورت سے فارغ ہونے پر کہے: صدق الله العظیم وبلغ رسول الکریم...... الخ ، اللہ برتر نے سچ فرمایا، ان کے رسول کریم ﷺ نے پہنچایا اور ہم اس پر گواہوں میں سے ہیں یا یہ کہے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور ان کے رسول ﷺ نے پہنچایا"

حدیثوں میں اور بھی الفاظ آئے ہیں جو ان آیات کے موافق ہیں یہ بہت حدیثوں میں ہے۔

دلیل ۳: کنز العمال میں ہے، از ابوداؤد و ترمذی: "من قرأ منکم ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ فانتهی إلی آخرها ﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ﴾ فلیقل: بلی! وأنا علی ذلك من الشاهدین ." [کنز العمال:۶۰۸/۱]

"تم میں سے جو سورۃ والتین والزیتون پڑھے اور آخر میں أليس الله باحكم الحاكمين تک پہنچے تو ضرور کہے: اور میں اس پر گواہوں میں ہوں۔"

اسی طرح حدیثوں میں بہت سورتوں کے بعد ایسے جملے آئے ہیں۔ اگر کوئی دینی علوم سے نابلد ان جملوں کو قرآن سمجھ بیٹھے تو یہ بدعت کیوں ہوگا۔ قصور اس کا ہے نہ کہ پڑھنے والے کا۔

دلیل ۴: سورۃ آل عمران میں ہے: ﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ إِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا﴾ [آل عمران:۹۵]

"آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے تم ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرو۔" اس آیت میں حضور ﷺ کو اور سب کو صدق اللہ کہنے کا حکم ہے۔

دلیل ۵: سورۃ احزاب میں ارشاد ہے: ﴿هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ﴾ [الأحزاب:۲۲] "یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے وعدہ کیا تھا اور اللہ، رسول ﷺ نے سچ فرمایا" اس آیت میں تو اللہ و رسول ﷺ دونوں کے صادق ہونے کا اقرار ہے۔

دلیل ۶: سورۃ یٰسین میں ہے: ﴿هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ [یس:۵۲]

"یہ ہے وہ جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اور رسول کریم ﷺ نے تصدیق کی۔"

دلیل ۷: سورہ نساء میں ہے: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ [النساء:۸۷]

"اور کون زیادہ سچا ہے بات میں اللہ تعالیٰ سے۔"

اس آیت میں تنبیہ ہے کہ کون سچا ہے؟ اگر ہے تو لاؤ، بتاؤ۔ اس کے جواب میں مسلمانوں کو یہ کہنا چاہئے کہ: 'صدق اللہ العظیم' اگر نہ کہا جائے تو شبہ رہے گا کہ یہ باوجود تنبیہ کے نہ کہنا انکار تو نہیں۔ یعنی صدق اللہ نہ کہنے سے اللہ تعالیٰ کے صادق ہونے کا انکار تو نہیں کہ باوجود تنبیہ کے نہیں کہتا۔ اس لیے کہنا ہی بہتر ہے۔

دلیل ۸: سورۃ الحشر میں ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر:۷]

"جو تم کو رسول ﷺ دیں، لے لو اور جس سے منع کریں رُک جاؤ۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جس کا حکم ہے اس کا کرنا لازم ہے اور جس کا منع فرمایا ہے اس سے رُکنا لازم ہے اور جس میں دونوں باتیں نہ ہوں، نہ حکم نہ منع، وہ جائز ہے۔ لہٰذا 'صدق اللہ العظیم' کہنا جائز ہے، کیونکہ نہ اس کا حکم ہے کہ یہ فرض، یا واجب ہو، نہ منع ہے کہ حرام یا مکروہ ہو اور نہ ہی بدعت، کہ یہ تو تصدیق رب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ